محمد اسحاق طاہر۔ شیخوپورہ

این جی اوز کا گھناؤنا کردار

انسانی حقوق کا تحفظ اور سماجی خدمت بلاشبہ لائق صد آفرین جذبہ ہے۔ اسلام نے ایسے جذبات کی قدر دانی کی ہے جن میں ہمدردی مخلوق پنہاں ہو اور دراصل معاشرتی زندگی میں بھی ایسے اقدام کو مستحسن خیال کیا جاتا ہے جس کا محرک حقوق انسانی کی پاسداری کو متضمن ہو۔ اخلاص' نیک نیتی اور جذبہ خیر سگالی سے لوگوں کی فلاح و بہبود کے وسائل فراہم کرنا اور منظم انداز سے حاجات و ضروریات انسانی کو پورا کرنا ایسی کاوش ہے جو خوشنودی خالق اور فوز آخرت کا باعث بنتی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد حکومت نے انسانی حقوق اور سماجی فلاح و بہبود کی ذمہ داری اپنے سر لے رکھی تھی لیکن جوں جوں حکومت اپنے مسائل میں الجھتی چلی گئی لوگوں کو "اپنی مدد آپ" کے تحت سماجی ضروریات کو نپٹانے کی فکر لاحق ہوئی' خاص طور پر مارشل لاء کے دور نے جو مطلق العنانی پیدا کر رکھی تھی۔ اس نے فوجی حکمرانوں کو عوام کے فلاحی مسائل سے بھی غفلت میں ڈالے رکھا۔ عوامی سطح پر یہ تاثر پیدا کیا گیا کہ لوگوں کو خود ایسی تنظیموں کی بنیاد ڈالنی چاہیے۔ جو ان کے مسائل حل کرنے میں اہم کردار ادا کریں۔ بس یہیں سے ایسے اداروں اور تنظیموں کا قیام عمل میں آیا جو این جی اوز Non Governmental Organizations. کے نام سے موسوم ہوئے۔

یہ ادارے انسانی حقوق کی نگہداشت اور فلاحی کام انجام دینے میں اپنا کردار ادا کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ جب کسی ایسے کام کا آغاز کیا جائے جو نیکی اور خدمت خلق کے جذبہ پر مبنی ہو تو اس کی خشت اول نیک نیتی اور اخلاص عمل پر منتج ہوتی ہے لیکن رفتہ رفتہ اس میں ایسے عناصر قدم جمانا شروع کر دیتے ہیں جن کی نیت میں اخلاص ہوتا ہے اور نہ مقصد سماجی بہبود بلکہ ان کا مقصود سازشوں کا جال پھیلانا اور رخنہ اندازی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ حصول فوائد اور جلب منفعت کی خاطر' مال و زر کو ہتھیانے کے لئے ایسے لوگوں نے حقوق انسانی کا پرچار شروع کر دیا جو شائد "حقوق" کی تعریف سے ہی قطعی ناآشنا تھے۔ روپے پیسے کے بھوکوں نے این جی اوز کے دائرہ کار میں تنظیمیں تشکیل دینے کو نفع بخش کاروبار خیال کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کثیر تعداد میں بااثر افراد اور روسا کی بیگمات نے اس راہ پر منفعت کو اپنایا اور نہ صرف بیت المال پر نقب لگائی بلکہ بیرونی امداد کے ذریعے بین الاقوامی اداروں نے ان لوگوں کو اپنے مقاصد میں استعمال کیا اور سماجی خدمت کے نام پر قائم شدہ یہ ادارے اس قدر مضبوط ہوتے چلے گئے کہ انہوں نے ملکی معاملات میں مداخلت بلکہ سیاست میں بھی اپنے قدم جمانا شروع کر دیئے۔

ان نام نہاد حقوق انسانی کے ٹھیکیداروں نے راتوں رات اس طرح قومی دولت کو لوٹا کہ ان کی خوشحالی اور فارغ البالی کی طرف دیکھ کر ہوس زر رکھنے والوں کی رال ٹپکنے لگی' نتیجہ یہ نکلا کہ قلیل عرصے میں ہی انسانی حقوق کی حامل تنظیمیں خود رو پودوں کی طرح اگنے لگیں اور اس خطرناک حد تک پھیلیں کہ صرف پنجاب میں ہی ۵۹۵۷ این جی اوز کی رجسٹریشن محکمہ سوشل ویلفیئر کے تحت کر دی گئی۔ ان میں سے بیشتر تنظیمیں کاغذی کارروائی تک محدود ہیں اور بالفعل اگر ان کا وجود سامنے آتا ہے تو ان میں سے اکثر کا کردار انتہائی منفی اور گھناؤنا ہے۔ ان نام نہاد سماجی اداروں نے سوائے کرپشن' لوٹ کھسوٹ' بددیانتی' آزادی نسواں کے نام پر فحاشی و عریانی کو عام کرنے' ملک دشمن عناصر کے ہاتھوں آلہ کار بننے اور پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کرنے کے کوئی اور کارنامہ سرانجام نہیں دیا۔

محکمہ سوشل ویلفیئر کے تحت رجسٹرڈ 5957 این جی اوز میں سے اکثر کاغذی کارروائی تک محدود ہیں

عاصمہ جہانگیر کی تنظیم HRCP (کمیشن برائے انسانی حقوق پاکستان) اور بدنام زمانہ ادارہ "دستک" اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس تنظیم نے بجز اس کے کوئی اور کردار ادا نہیں کیا کہ یہ قومی اخبارات کے ان تراشوں کو کاٹ کر بیرون ملک ارسال کرتی ہے جو قتل و غارت گری انسانی حقوق کی پامالی اور عورتوں پر ظلم و تشدد کے واقعات سے بھرے پڑے ہوں اور یہ تاثر دیا

جاتا ہے کہ ہم ایسے مظلوم لوگوں کا تحفظ کرتے ہیں اور ان کے مسائل حل کروانے میں بڑی خطیر رقوم خرچ کرتے ہیں۔

خاص طور پر "دستک" کا کردار اس قدر گھناؤنا ہے کہ اس میں "آزادی نسواں" کے فریب میں گھروں سے بھاگی ہوئی لڑکیوں کو تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہاں پہنچنے کے بعد لڑکیاں بے راہروی اور آوارگی کی تاریک راہ کی اختیار کرتی ہیں۔ حقوق نسوانی کا یہ سبز باغ درحقیقت ان لڑکیوں کو بھی گھر سے نکل بھاگنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ جو تہذیب جدید کی تعریف میں "آزادی پسند" ہیں۔ ایسی سینکڑوں لڑکیوں کو اس ادارے کی سرپرستی حاصل ہوئی ہے جو معاشقوں کے چکر میں اپنے والدین سے بغاوت کرکے چادر چار دیواری سے نکل کھڑی ہوئیں۔

صائمہ' گل بہار بانو اور رفعت کیس وغیرہ اس کردار کی اہم مثالیں ہیں اور حقیقت میں یہی وہ کارنامہ ہے جس کی بدولت ان اداروں کے فرنگی اور یورپی آقا ان سے خوش ہو کر انہیں نوازتے ہیں کہ پاکستان میں فحاشی و عریانی اور بے راہروی کو ان کے آلہ کاروں کے ذریعے فروغ دیا جا رہا ہے۔

عاصمہ جہانگیر ایسی کیمونسٹ اور اسلام دشمن عورت ہے کہ اسلام کے ماتھے پر کلنک کا ایک ٹیکہ ہے۔ اس نے جہاں حقوق انسانی کی پاسداری کے نام پر ملک و ملت کو فریب دیا وہاں شعائر اسلامی کا مذاق اڑانے کی ناپاک جسارت بھی کی ہے۔ چند سال پہلے کا توہین رسالت کیس اسی حقیقت کا مظہر ہے کہ ہائیکورٹ سے توہین رسالت کے مرتکبین افراد کو قتل کی سزا ملنے کے باوجود اس فتنہ پرور عورت نے اپنے فرنگی آقاؤں سے رابطہ کرکے اس فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کر دیا اور پھر وہاں سے نہ صرف ملزمین کو باعزت بری کروا لیا بلکہ انہیں بیرون ملک جائے پناہ بھی فراہم کی۔

اس کارنامے سے اس نے اپنے کرتا دھرتاؤں کو اس بات کا شعور بخش دیا کہ اے فرنگیو! تمہیں براہ راست شعائر اسلامی پر حملہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں' اس ناپاک جسارت کے لئے ننگ ملت اور ناسور قوم ہم تمہارے آلہ کار ہی کافی ہیں۔

ان سماجی اداروں نے سوائے کرپشن' لوٹ کھسوٹ' فحاشی و عریانی کو فروغ دینے اور پاکستان کو عالمی سطح پر بدنام کرنے کے کوئی اور کارنامہ سرانجام نہیں دیا

عاصمہ جہانگیر کی تنظیم HRCP سے ذیلی شاخ چائلڈ لیبر بانڈڈ نے ظاہرا تو یہ کارنامہ سر انجام دیا کہ بچوں سے جبری مشقت کا دفاع کیا لیکن حقیقت میں اس تنظیم کے سربراہ احسان اللہ نے ملکی ساکھ پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ قالین بافی کی صنعت کو تباہ کرکے پاکستان کو عالمی منڈی میں بدنام کرنے کے ساتھ ساتھ لاکھوں لوگوں کو روزگار سے محروم کر دیا۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ان نام نہاد کرداروں کو ملکی مفاد سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ انہیں اپنے فرنگی آقاؤں کی خوشنودی عزیز ہے۔

اگر یہ لوگ بچوں سے جبری مشقت کے خاتمے میں واقعی مخلص تھے تو پھر انہوں نے ان بچوں کی مفت تعلیم اور مناسب روزگار کا کس حد تک بندو بست کیا؟ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ سازشی اور ملک دشمن عناصر اپنے مفادات کو ترجیح دے کر اپنے تئیں خوشحال اور فارغ البال ہو گئے لیکن ان بچوں کو معاشرے پر بوجھ بنا کر چھوڑ دیا کہ جو پہلے محنت سے اپنے گزر بسر کرتے تھے وہ اب گداگری کی لعنت کو اختیار کرکے دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے پر مجبور ہو گئے۔

انسانی حقوق کی یہ تنظیمیں بیرونی امداد سے عالمی ایجنسیوں کی آلہ کار بنی ہوئی ہیں۔ ظاہرا تو ان کا وجود سماجی بہبود کے نام پر ہے لیکن حقیقت میں ان کے پیش نظر ان مقاصد کی تکمیل ہے جو ان کے یورپی آقا انہیں فراہم کرتے ہیں۔

یورپ حقوق انسانی کا ڈھنڈورا تو پیٹتا ہے لیکن اپنے گریبان مین جھانک کر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ سماجی فلاح و بہبود کے نام پر ایڈ فراہم کرکے امریکہ ایسا گھناؤنا کردار ادا کر رہا ہے کہ وہ مقاصد شائد اسے حالت جنگ میں میسر نہ آ سکیں جو حالت امن میں اسے باآسانی حاصل ہو رہے ہیں۔ امریکہ کے حقوق انسانی کے علمبردار ہونے کی قلعی کئی ایک مواقع پر کھل جاتی ہے۔ اسے پاکستان میں چائلڈ لیبر تو نظر آتی ہے لیکن صوالیہ اور بنگلہ دیش میں افلاس کے ہاتھوں مجبور سسکتے ہوئے بچے جان دیتے نظر نہیں آتے۔ اسے حقوق نسواں کا تو بڑا پاس ہے اور اس کے نام پر این جی اوز پر کروڑوں ڈالر لٹا چکا ہے لیکن کشمیر و بوسنیا کی وہ بے آبرو ہوتی اور سربازار لٹتی مائیں بہنیں نظر نہیں آتی۔ اسے امن کے علمبردار ہونے کا دعوی تو ہے لیکن خود افغانستان پر بے جا میزائیل گراتے ہوئے آنکھیں موند لیتا ہے۔ ہیومین رائٹس Rights Human کا دعویدار یہ امریکہ دراصل خود ایک عالمی دہشت گرد اور غنڈہ ہے۔ اس کے پیش نظر حقوق انسانی کی آڑ میں ان مذموم مقاصد کی تکمیل ہے جس کے ذریعے اس کے سپر طاقت ہونے کا خواب ہمیشہ شرمندہ تعبیر رہے۔

دوسری طرف یہ بیچارے مسلمان' جنہیں مسلمان کہنا دراصل اسلام کی توہین ہے' چند ٹکے نظر آنے پر ضمیر کا سودا کرنے بلکہ ملک و ملت کے مفاد کو داؤ پر لگانے سے بھی گریز نہیں

کرتے' ایسے احمق محض ذاتی مفاد کی خاطر قومی نقصان کو خوشی سے ہوتا ہوا دیکھتے ہیں اور شعوری یا لاشعوری طور پر براہ راست انگریز کے ہاتھوں کٹھ پتلی سے حیثیت رکھتے ہیں۔ شائد یہ لوگ اس حقیقت سے آشنا نہیں کہ یہود کبھی بھی مسلمانوں کے وفادار نہیں ہو سکتے' یہ ہمیشہ اسلام دشمنی میں سرگرم نظر آئیں گے۔ کیونکہ اس بات کی شہادت تو قرآن حکیم نے بھی دی ہے کہ:

لتجدن اشد الناس عداوة للذين آمنوا اليهود۔

یہود اہل ایمان کے بدترین دشمن ہیں۔

چائلڈ لیبر کے نام پر قالین بافی صنعت کی تباہی این جی اوز کی ہی مرہون منت ہے

اب بھی اگر مسلمان ان سے مفاد کی توقع رکھیں اور حقوق انسانی کے نام پر قائم تنظیمیں ان کا آلہ کار بننے سے باز نہ آئیں تو اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے زوال اور بدنصیبی کی انتہا اور کیا ہو گی؟

این جی اوز کے نام پر اس وقت صرف لاہور کی سینکڑوں معزز خواتین اور شرفاء نے رقم بٹورنے کا مہذب سلسلہ شروع کر رکھا ہے' ان لوگوں کو بیت المال سے خطیر رقوم وصول کر کے اپنے بنک بیلنس بڑھاتے وقت یہ خیال نہیں آتا کہ یہ پیسہ تو یتیموں' بیواؤں اور ناداروں کے لئے مختص ہے' ان کو دینے کی بجائے ان بے ضمیر لوگوں نے اپنی جیبوں کو گرم کرنے کو ترجیح دی اور صرف اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ مثبت کردار ادا کرنے کی بجائے پروپیگنڈہ کو فروغ دینے والے اور منفی کردار کے حاملین ثابت ہوئے' بیت المال اور بیرونی ایڈ سے حاصل کردہ رقوم صرف انہیں کی عیش و عشرت میں صرف ہوئیں۔ اگر یہ رقوم لوگوں کی فلاح و بہبود پر صرف کی جاتیں تو آج غربت کے ہاتھوں پریشان حال لوگ خودکشی کرنے پر مجبور نہ ہوتے' عورتیں بے چینی اور بے راہروی کا شکار نہ ہوتیں' بچے بھوک سے تنگ آ کر بھیک مانگنے پر مجبور نہ ہوتے اور آج معاشرہ میں یہ انتشار نظر نہ آتا جو عرصہ دراز سے ہماری قوم کا مقدر بن چکا ہے۔

حکومت کی جانب سے یہ اقدام خوش آئند ہے کہ ان نام نہاد این جی اوز کی تحقیقات کا آغاز کیا گیا اور ان میں سے ۱۹۴۱ء ایسی کرپٹ تنظیموں کی رجسٹریشن منسوخ کر کے ان کے اکاؤنٹس منجمد اور اثاثے ضبط کر لئے گئے جو انسانی حقوق کے نام پر مال و زر میں کھیل رہے تھے۔ لیکن ابھی تک پنجاب میں ہی ۴۰۲۶ این جی اوز کا مکروہ جال پھیلا ہوا ہے۔ جن پر ہاتھ نہیں ڈالا گیا۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تمام نام نہاد سماجی اداروں کی فی الفور تحقیق کر کے قومی مفادات اور روپے کو لٹنے سے بچا لیا جائے اور آئندہ سے این جی اوز کی رجسٹریشن پر مستقل پابندی عائد کر دی جائے۔

ہمارے حکمران نہ جانے کس مرض کی دوا ہیں۔ جہاں اپنے مفاد پر کوئی زد پڑتی ہو وہاں فوری' موثر اور ٹھوس اقدامات کئے جاتے ہیں لیکن عوام کی بہبود و فلاح ایسے اداروں کے ہاتھوں میں دیئے بیٹھے ہیں جنہیں محض ذاتی مفاد ہی عزیز ہے۔ قومی بہبود کو ڈھال بنا کر یہ معاشرے کے ناسور اپنے مقاصد کے حصول میں کوشاں ہیں اور نہ صرف عوامی مفاد کے لئے سم قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ ان ملک دشمن عناصر کے ایجنٹ ہیں جو امداد فراہم کر کے انہیں خوش رکھتے ہیں۔

ارباب حل و عقد سے تقاضا یہی ہے کہ وہ ایسی تنظیموں کا سرے سے ناطقہ ہی کر دیں جو ملک و ملت کے لئے خطرناک ثابت ہو رہی ہیں۔ عوامی بہبود براہ راست حکومت اپنے ہاتھوں میں لے کر خدمت خلق کے فریضہ کو سرانجام دے اور بیت المال کی جو رقم بے دریغ ان این جی اوز کو سونپی جا رہی ہے۔ اسے اپنی نگرانی میں ان حاجت مندوں پر صرف کیا جائے جو حقیقی معنوں میں اس کا استحقاق رکھتے ہیں۔ این جی اوز سے ملک و ملت کے مفاد کی توقع کرنا ایسی حماقت ہے جو ہمیں آئندہ وقت میں کسی بھی عظیم بحران سے دو چار کر سکتی ہے۔

علم اور عمل

کسی بھی چیز کے حصول کی خاطر انسان اپنی بھرپور کوشش صرف اس لئے کرتا ہے تاکہ وہ اسے اپنے استعمال میں لا سکے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکے۔ اسی طرح علم کے حاصل کرنے' اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ محض کورس کی چند کتابوں کو رٹ لینا یا بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کر لینا علم کا حصول نہیں ایسے علم کا کوئی فائدہ نہیں جو محض پڑھنے لکھنے تک ہی محدود رہے' بلکہ اصل علم وہ ہے جو انسانی شعور کو بیدار کر دے' جو انسان کی شخصیت کو ایک پروقار نکھار دے' جو انسان کو دوسرے عام انسانوں سے ممتاز کر دے' جو انسان کو جھوٹ' فریب' چوری اور اخلاق سے گری ہوئی حرکات سے باز رکھے۔ ایسا علم عمل کے بغیر ناممکن ہے عمل کے بغیر علم اس خزانے کی مانند ہے' جو ہمیشہ بند تجوری میں رہتا ہے۔ اس سمندر کی طرح جس مین کوئی شور یا طوفان نہیں ہوتا۔ ایسی نیند سے جس میں کوئی خواب نہیں ہوتا اور وہ حسن ہے جس میں کوئی رعنائی نہیں ہوتی۔